AL-AHQAQ **Recognized by HEC in Y-Category**
https://ahqaq.com/index.php/Journal/issue/view/7 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.3, Issue.3 (2025) PRINT - ISSN- 3006-5941

سننِ ترمذی میں والدین واولاد کے باہمی تعلقات: ایک تحقیقی جائزہ

"A research review on Parent-Child Relationships in the Light of Sunan al-Tirmidhi"

Abdul Haseeb
Ph.D Scholar, Institute of Islamic Studies & and Sharia, MY University, Islamabad, Email: abdulhaseeb37303@gmail.com
Dr. Kulsoom Fatima
Assistant Professor, National University of Sciences and Technology (NUST), Islamabad . Email: kulsoom.fatima@smme.nust.edu.pk

Abstract:

This study explores the nature of parent-child relationships as presented in *Sunan al-Tirmidhi*, one of the major collections of Hadith in Islamic tradition. The research examines the ethical, social, and spiritual dimensions of mutual rights and responsibilities between parents and children. It highlights key teachings related to obedience, respect, compassion, upbringing, and moral development within the family structure. By analyzing relevant narrations, the study aims to demonstrate how Prophetic guidance provides a comprehensive framework for strengthening family bonds and promoting social harmony. Furthermore, the research discusses the practical implications of these teachings in contemporary society, emphasizing their relevance in addressing modern familial challenges. The study adopts an analytical and descriptive methodology to derive principles that contribute to the development of a balanced and ethically grounded family system.

Keywords:

Sunan al-Tirmidhi, Parent-Child Relations, Islamic Teachings, Family Ethics, Hadith Studies, Moral Upbringing, Social Harmony, Rights and Responsibilities

مقدمہ

انسانی معاشرہ اپنی بقا اور استحکام کے لیے جن بنیادی اکائیوں پر قائم ہے، ان میں خاندان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ خاندان کی مضبوطی دراصل والدین اور اولاد کے درمیان قائم تعلقات کی نوعیت پر منحصر ہوتی ہے۔ اگر یہ تعلقات محبت، احترام، ذمہ داری اور باہمی حقوق

کی ادائیگی پر مبنی ہوں تو نہ صرف ایک صالح خاندان وجود میں آتا ہے بلکہ ایک متوازن اور پُر امن معاشرہ بھی تشکیل پاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ان تعلقات میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو اس کے اثرات پورے معاشرے پر منفی انداز میں مرتب ہوتے ہیں۔

اسلام نے انسانی زندگی کے ہر پہلو کی طرح خاندانی نظام کو بھی نہایت متوازن اور جامع اصولوں کے ذریعے منظم کیا ہے۔ والدین کے حقوق، ان کے ساتھ حسنِ سلوک، اطاعت اور خدمت کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں بار بار والدین کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید آئی ہے۔ اسی طرح اولاد کی تربیت، ان کی دینی و اخلاقی نشوونما، عدل و مساوات، شفقت اور حسنِ تعلیم و تربیت کو بھی والدین کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل کیا گیا ہے۔ اس طرح اسلام ایک متوازن نظام پیش کرتا ہے جس میں دونوں فریقین کے حقوق و فرائض واضح طور پر متعین کیے گئے ہیں۔ احادیثِ نبویہ اس سلسلے میں نہایت اہم رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ خصوصاً سننِ ترمذی میں والدین اور اولاد کے باہمی تعلقات سے متعلق متعدد روایات موجود ہیں، جو نہ صرف ان تعلقات کی بنیادوں کو واضح کرتی ہیں بلکہ ان کے عملی تقاضوں کو بھی اجاگر کرتی ہیں۔ ان روایات میں والدین کی عظمت، ان کی خدمت کی فضیلت، نافرمانی کی مذمت، اور اولاد کی درست تربیت کے اصول بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔

عصرِ حاضر میں خاندانی نظام مختلف سماجی، ثقافتی اور فکری چیلنجز کا سامنا کر رہا ہے، جن میں والدین اور اولاد کے درمیان فاصلے، عدمِ احترام، تربیتی کمزوریاں اور اخلاقی انحطاط نمایاں ہیں۔ ایسے حالات میں ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلامی تعلیمات، خصوصاً احادیثِ نبویہ کی روشنی میں ان تعلقات کا از سرِ نو جائزہ لیا جائے تاکہ ایک متوازن اور پائیدار خاندانی نظام کی تشکیل ممکن ہو سکے۔ زیرِ نظر مقالہ اسی مقصد کے تحت سننِ ترمذی میں والدین و اولاد کے باہمی تعلقات کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کرتا ہے، جس میں متعلقہ احادیث کا جائزہ لے کر ان سے اخذ ہونے والے معاشرتی اصول وضوابط کو واضح کیا جائے گا، اور ان کی روشنی میں موجودہ دور کے مسائل کا حل پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

صلہ رحمی اور والدین کے حقوق میں ترجیحات کا بیان

اسلامی تعلیمات میں صلہ رحمی (رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک) اور والدین کے حقوق دونوں کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے، تاہم ترجیحات کے اعتبار سے والدین کا مقام سب سے بلند رکھا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا، جس سے ان کے حقوق کی عظمت واضح ہوتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

"وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا "۔[1]

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کے ساتھ احسان اور خدمت، دیگر تمام رشتہ داریوں پر مقدم ہے۔ اگرچہ صلہ رحمی بھی اسلامی اخلاقیات کا بنیادی جزو ہے اور اس کے ذریعے معاشرتی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے، لیکن جب والدین کے حقوق اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق میں تعارض پیدا ہو تو والدین کو ترجیح دی جائے گی، بشرطیکہ وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں۔ احادیثِ نبویہ میں بھی والدین کی خدمت کو جنت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، جبکہ قطع رحمی کو سخت وعید کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے۔ لہٰذا ایک متوازن اسلامی معاشرہ اسی وقت تشکیل پا سکتا ہے جب انسان والدین کے حقوق کو اولین ترجیح دیتے ہوئے دیگر رشتہ داروں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک کو برقرار رکھے۔

معاویہ بن حیدہ قشیری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، مَنْ أَبَرُّ؟ قَالَ: «أُمَّكَ» قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «أُمَّكَ» قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ:

«أُمَّكَ» قَالَ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: «ثُمَّ أَبَاكَ، ثُمَّ الأَقْرَبَ فَالأَقْرَبَ»[2]

میں نے عرض کیا اللہ کے رسول! میں کس کے ساتھ نیک سلوک اور صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا" :اپنی ماں کے ساتھ"، میں نے عرض کیا: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا" :اپنی ماں کے ساتھ"، میں نے عرض کیا: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا" :اپنی ماں کے ساتھ"، میں نے عرض کیا: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا" :پھر اپنے باپ کے ساتھ، پھر رشتہ داروں کے ساتھ پھر سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار پھر اس کے بعد کا، درجہ بدرجہ۔

تفہیم حدیث:

ماں کو تین مشکل حالات سے گزرنا پڑتا ہے: ایک مرحلہ وہ ہوتا ہے جب نو ماہ تک بچہ کو پیٹ میں رکھ کر مشقت وتکلیف برداشت کرتی ہے، دوسرا مرحلہ وہ ہوتا ہے جب بچہ جننے کا وقت آتا ہے، وضع حمل کے وقت کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہ ماں ہی کو معلوم ہے، تیسرا مرحلہ دودھ پلانے کا ہے، یہی وجہ ہے کہ ماں کو قرابت داروں میں نیکی اور صلہ رحمی کے لیے سب سے افضل اور سب سے مستحق قرار دیا گیا ہے۔

اعمالِ صالحہ میں ترتیبِ فضیلت اور ان کا فقہی درجہ

اسلامی شریعت میں اعمالِ صالحہ کی قبولیت اور اہمیت صرف ان کی کثرت پر منحصر نہیں بلکہ ان کی ترتیبِ فضیلت اور فقہی درجہ بندی کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے، چنانچہ فقہاء نے قرآن و سنت کی روشنی میں اعمال کو مختلف درجات میں تقسیم کیا ہے جہاں سب سے اعلیٰ درجہ فرائض کا ہے کیونکہ ان کا ترک گناہ ہے، اس کے بعد واجبات، پھر سننِ مؤکدہ اور اس کے بعد نوافل و مستحبات کا درجہ آتا ہے، اسی اصول کے تحت جب مختلف اعمال میں تعارض ہو یا وقت و وسائل محدود ہوں تو اعلیٰ درجے کے عمل کو ترجیح دی جاتی ہے، مثلاً والدین کی خدمت کو نفلی عبادات بلکہ بعض مواقع پر دیگر عظیم اعمال پر بھی مقدم رکھا گیا ہے، اسی طرح حقوق العباد کو محض نفلی عبادات پر فوقیت حاصل ہے، کیونکہ ان کا تعلق براہِ راست انسانوں کے حقوق سے ہے، اس طرح یہ درجہ بندی دراصل مقاصدِ شریعت کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے اور ایک مسلمان کو یہ رہنمائی فراہم کرتی ہے کہ وہ اپنی عبادات اور نیکیوں کو محض تعداد کے بجائے شرعی اہمیت اور ترجیح کے مطابق منظم کرے تاکہ اس کی دینی و معاشرتی زندگی متوازن اور مؤثر بن سکے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيُّ الأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: «الصَّلاَةُ لِمِيقَاتِهَا»، قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «بِرُّ الوَالِدَيْنِ»، قُلْتُ: ثُمَّ مَاذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: «الجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ»، ثُمَّ سَكَتَ عَنِّي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ اسْتَزَدْتُهُ لَزَادَنِي.[3]

میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: اللہ کے رسول! کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ آپ نے فرمایا" :وقت پر نماز ادا کرنا"، میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! پھر کون سا عمل زیادہ بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا" :ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا"، میں نے پوچھا: اللہ کے رسول! پھر کون سا عمل؟ آپ نے فرمایا" :اللہ کی راہ میں جہاد کرنا"، پھر رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے، حالانکہ اگر میں زیادہ پوچھتا تو آپ زیادہ بتاتے ۔

تفہیم حدیث:

بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاد سب سے افضل و بہتر عمل ہے، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا یہ سب سے اچھا کام ہے، اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ زکاۃ سب سے اچھا کام ہے، جب کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز سب سے افضل عمل ہے، اسی لیے اس کی توجیہ میں مختلف اقوال وارد ہیں، سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ " افضل اعمال " سے پہلے حرف « مِن » محذوف مان لیا جائے، گویا مفہوم یہ ہو گا کہ یہ سب افضل اعمال میں سے ہیں، دوسری توجیہ یہ ہے کہ اس کا تعلق سائل کے احوال اور وقت کے اختلاف سے ہے، یعنی سائل اور وقت کے تقاضے کا خیال رکھتے ہوئے اس کے مناسب جواب دیا گیا۔ اور اپنی جگہ پر یہ سب اچھے کام ہیں۔

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

أَنَّ رَجُلًا أَتَاهُ فَقَالَ: إِنَّ لِيَ امْرَأَةً وَإِنَّ أُمِّي تَأْمُرُنِي بِطَلَاقِهَا، قَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «الوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الجَنَّةِ، فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذَلِكَ البَابَ أَوْ احْفَظْهُ[4].

ایک آدمی نے ان کے پاس آ کر کہا: میری ایک بیوی ہے، اور میری ماں اس کو طلاق دینے کا حکم دیتی ہے،) میں کیا کروں؟ (ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے" : باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے، اگر تم چاہو تو اس دروازہ کو ضائع کر دو اور چاہو تو اس کی حفاظت کرو "۔

تفہیم حدیث:

یعنی ماں باپ کے حقوق کی حفاظت کی جائے اور اس کا خاص خیال رکھا جائے، اگر والد کو جنس مان لیا جائے تو ماں باپ دونوں مراد ہوں گے، یا حدیث کا یہ مفہوم ہے کہ والد کے مقام و مرتبہ کا یہ عالم ہے تو والدہ کے مقام کا کیا حال ہو گا۔

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

رِضَى الرَّبِّ فِي رِضَى الوَالِدِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ" [5]

رب کی رضا والد کی رضا میں ہے اور رب کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔"

کبائر گناہوں کی اقسام اور ان کا شرعی حکم

اسلام میں کبائر گناہوں کو نہایت سنگین اور تباہ کن اعمال قرار دیا گیا ہے، جو نہ صرف فرد کی روحانی زندگی کو متاثر کرتے ہیں بلکہ معاشرتی بگاڑ کا بھی سبب بنتے ہیں۔ شریعتِ اسلامی نے گناہوں کو صغائر اور کبائر میں تقسیم کیا ہے، جن میں کبیرہ گناہ وہ ہیں جن پر قرآن و سنت میں سخت وعید، عذاب یا حد مقرر کی گئی ہو، جیسے شرک، قتلِ ناحق، والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی وغیرہ۔ قرآنِ مجید میں ان گناہوں سے بچنے کی خاص تاکید کرتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے" :

إِن تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ [6] "

یعنی اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے تو ہم تمہاری چھوٹی برائیاں معاف کر دیں گے۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ کبائر سے اجتناب شریعت میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے، اور ان کے شرعی احکام کو سمجھنا ایک متوازن دینی زندگی کے لیے ناگزیر ہے۔

ابو بکرہ نفیع بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِأَكْبَرِ الكَبَائِرِ؟» قَالُوا: بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: «الإِشْرَاكُ بِاللَّهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ»، قَالَ: وَجَلَسَ وَكَانَ مُتَّكِئًا، فَقَالَ: «وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَوْ قَوْلُ الزُّورِ»، فَمَا زَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ[7].

کیا میں تم لوگوں کو سب سے بڑے کبیرہ گناہ کے بارے میں نہ بتادوں؟ صحابہ نے کہا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا” :اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور ماں باپ کی نافرمانی کرنا“، راوی کہتے ہیں: آپ اٹھ بیٹھے حالانکہ آپ ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر فرمایا” :اور جھوٹی گواہی دینا“، یا جھوٹی بات کہنا رسول اللہ ﷺ بار بار اسے دہراتے رہے یہاں تک کہ ہم نے کہا” :کاش آپ خاموش ہو جاتے“۔

غیر اخلاقی کلام سے والدین کی توہین کا حکم

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مِنَ الكَبَائِرِ أَنْ يَشْتُمَ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ» قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَهَلْ يَشْتُمُ الرَّجُلُ وَالِدَيْهِ؟ قَالَ: «نَعَمْ، يَسُبُّ أَبَا الرَّجُلِ فَيَشْتُمُ أَبَاهُ وَيَشْتُمُ أُمَّهُ فَيَسُبُّ أُمَّهُ» "[8]

”اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے“، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! بھلا کوئی آدمی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے گا؟ آپ نے فرمایا” :ہاں، وہ کسی کے باپ کو گالی دے گا، تو وہ بھی اس کے باپ کو گالی دے گا، اور وہ کسی کی ماں کو گالی دے گا، تو وہ بھی اس کی ماں کو گالی دے گا“۔

صلہ رحمی کا دائرہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

" إن ابر البر ان يصل الرجل اهل ود ابيه[9].

”سب سے بہتر سلوک اور سب سے اچھا برتاؤ یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے“۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الخَالَةُ بِمَنْزِلَةِ الأُمِّ"[10].

” خالہ ماں کے درجہ میں ہے“۔

کفارہ گناہ کے لیے اقرباء کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت

اسلامی تعلیمات میں گناہوں کے ازالے اور اللہ کی رضا کے حصول کے لیے اقرباء کے ساتھ حسن سلوک (صلہ رحمی) کو نہایت مؤثر اور اہم ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ شریعت اس بات کی ترغیب دیتی ہے کہ انسان اپنے گناہوں کی تلافی صرف عبادات تک محدود نہ رکھے بلکہ اپنے معاملات اور تعلقات کو بھی درست کرے، خصوصاً رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک اختیار کرے۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"إِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ[11] "

یعنی اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اقرباء کے حقوق کی ادائیگی محض سماجی ذمہ داری نہیں بلکہ ایک دینی فریضہ بھی ہے۔

احادیثِ نبویہ میں بھی صلہ رحمی کو گناہوں کی مغفرت اور درجات کی بلندی کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہ عمل نہ صرف انسان کے اخلاق کو سنوارتا ہے بلکہ معاشرتی روابط کو بھی مضبوط بناتا ہے۔ رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سلوک دلوں میں نرمی، محبت اور اخوت پیدا کرتا ہے، جو گناہوں کے اثرات کو کم کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب سے تعلق کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے خاندانی تعلقات کو بھی بہتر بنائے، کیونکہ یہی توازن اس کی دینی و دنیاوی کامیابی کا ضامن بنتا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنِّي أَصَبْتُ ذَنْبًا عَظِيمًا فَهَلْ لِي تَوْبَةٌ؟ قَالَ: «هَلْ لَكَ مِنْ أُمٍّ؟» قَالَ: لَا، قَالَ: «هَلْ لَكَ مِنْ خَالَةٍ؟» قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: «فَبِرَّهَا» "[12]

ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: اللہ کے رسول! مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے، کیا میرے لیے توبہ کی گنجائش ہے؟ آپ نے پوچھا" : کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ "اس نے کہا: نہیں، آپ نے پوچھا: تمہاری کوئی خالہ ہے؟ اس نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا" : اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔"

مستجاب دعاؤں کے احکام واقسام

اسلام میں دعا کو عبادت کا مغز قرار دیا گیا ہے اور بعض اوقات و حالات کو خاص طور پر مستجاب الدعوات یعنی قبولیتِ دعا کے زیادہ قریب بتایا گیا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں ان اوقات اور کیفیات کی اہمیت اس لیے بیان کی گئی ہے تاکہ بندہ اپنے رب سے تعلق کو مزید مضبوط کرے اور دعا کی قبولیت کے اسباب اختیار کرے۔ قرآن و سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مخصوص حالات جیسے سجدہ کی حالت، سفر، مظلوم کی دعا، روزے دار کی دعا اور رات کے آخری حصے میں کی جانے والی دعا زیادہ قبولیت کا درجہ رکھتی ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے" : وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ[13] "یعنی تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ دعا بذاتِ خود ایک عبادت ہے اور اس کی قبولیت کے خاص اسباب و آداب کو اختیار کرنا بندے کے لیے روحانی ترقی اور قربِ الٰہی کا ذریعہ بنتا ہے۔ مستجاب الدعوات کے احکام و اقسام کا مطالعہ ہمیں یہ شعور دیتا ہے کہ دعا صرف الفاظ نہیں بلکہ ایک باقاعدہ عبادتی عمل ہے جس کے لیے وقت، کیفیت اور اخلاص کا لحاظ ضروری ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ لَا شَكَّ فِيهِنَّ: دَعْوَةُ المظْلُومِ، وَدَعْوَةُ المسَافِرِ، وَدَعْوَةُ الوَالِدِ عَلَى وَلَدِهِ "[14].

"تین دعائیں مقبول ہوتی ہیں ان میں کوئی شک نہیں ہے: مظلوم کی دعا، مسافر کی دعا اور بیٹے کے اوپر باپ کی بد دعا۔"

AL-AHQAQ Recognized by HEC in Y-Category
https://ahqaq.com/index.php/Journal/issue/view/7 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.3, Issue.3 (2025) PRINT - ISSN- 3006-5941

حق والدین کی ادائیگی اور اس کی شرعی حدود

اسلام میں والدین کے حقوق کو نہایت عظمت اور اہمیت حاصل ہے، حتیٰ کہ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے، جس سے ان کے حق کی سنگینی واضح ہوتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا[15] "۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی، خدمت، ادب اور اطاعت کو بنیادی دینی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ حقِ والدین کی ادائیگی میں ان کی خدمت، مالی معاونت، دل جوئی اور ہر جائز معاملے میں ان کی اطاعت شامل ہے، تاہم اس کی شرعی حدود یہ ہیں کہ اگر والدین کسی ایسی بات کا حکم دیں جو اللہ کی نافرمانی یا گناہ پر مشتمل ہو تو اس میں ان کی اطاعت لازم نہیں، کیونکہ شریعت میں خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔ اس طرح اسلام ایک متوازن نظام پیش کرتا ہے جس میں والدین کے حقوق کی ادائیگی بھی واجب ہے اور دینی اصولوں کی حفاظت بھی لازمی، تاکہ انسان اپنے خاندانی تعلقات اور دینی ذمہ داریوں کے درمیان درست توازن قائم رکھ سکے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

«لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدًا إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ»"[16].

”کوئی لڑکا اپنے باپ کا احسان نہیں چکا سکتا ہے سوائے اس کے کہ اسے (یعنی باپ کو) غلام پائے اور خرید کر آزاد کر دے“۔

صلہ رحمی کی شرعی اہمیت

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ

اشْتَكَى أَبُو الرَّدَّادِ فَعَادَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ فَقَالَ: خَيْرُهُمْ وَأَوْصَلُهُمْ مَا عَلِمْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: " قَالَ اللَّهُ: أَنَا اللَّهُ، وَأَنَا الرَّحْمَنُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اسْمِي، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ "[17].

ابو الرداد لیثی بیمار ہو گئے، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کو گئے، ابوالرداء نے کہا: میرے علم کے مطابق ابو محمد) عبدالرحمٰن بن عوف (لوگوں میں سب سے اچھے اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں، عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا” :اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: میں اللہ ہوں، میں رحمن ہوں، میں نے » رحم) «یعنی رشتے ناتے (کو پیدا کیا ہے، اور اس کا نام اپنے نام سے) مشتق کر کے (رکھا ہے، اس لیے جو اسے جوڑے گا میں اسے (اپنی رحمت سے) جوڑے رکھوں گا اور جو اسے کاٹے گا میں بھی اسے (اپنی رحمت سے) کاٹ دوں گا۔“

تفہیم حدیث:

یہ باپ کے احسان کا بدلہ اس لیے ہے کہ غلامی کی زندگی سے کسی کو آزاد کرانا اس سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں ہے، جس کے ذریعہ کوئی

کسی دوسرے پر احسان کرے۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ الوَاصِلُ بِالمُكَافِئِ، وَلَكِنَّ الوَاصِلَ الَّذِي إِذَا انْقَطَعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا»[18].

صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو بدلہ چکائے، بلکہ حقیقی صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جو رشتہ ناتا توڑنے پر بھی صلہ رحمی کرے۔"

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

«لَا يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ» قَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ: قَالَ سُفْيَانُ: يَعْنِي قَاطِعَ رَحِمٍ[19].

"رشتہ ناتا توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا۔" ابن ابی عمر کہتے ہیں: سفیان نے کہا» : قاطع «سے مراد» قاطع رحم (یعنی رشتہ ناتا توڑنے والا) ہے۔

تفہیم حدیث:

یعنی صلہ رحمی کی جائے تو صلہ رحمی کرے اور قطع رحمی کیا جائے تو قطع رحمی کرے، یہ کوئی صلہ رحمی نہیں۔

اولاد کے حقوق

اولاد سے محبت اور شفقتِ نبوی ﷺ کا بیان

اسلامی تعلیمات میں اولاد کے ساتھ محبت، شفقت اور حسنِ سلوک کو ایک بنیادی خاندانی اصول قرار دیا گیا ہے، اور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ مبارکہ اس کا بہترین عملی نمونہ پیش کرتی ہے۔ آپ ﷺ بچوں کے ساتھ نہایت نرمی، محبت اور رحمت کا معاملہ فرماتے تھے، انہیں گود میں لیتے، ان کے ساتھ شفقت سے پیش آتے اور ان کی جذباتی ضروریات کا بھی خیال رکھتے تھے۔ قرآنِ مجید میں رسول اللہ ﷺ کی عمومی صفت کو یوں بیان کیا گیا ہے:

"لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ[20]"۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سراپا رحمت اور شفقت تھی، جس کا اظہار آپ کی عملی زندگی میں اولاد اور بچوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی صورت میں واضح طور پر نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ نے بچوں کی عزت نفس کا خیال رکھنے، ان کی دل جوئی کرنے اور ان کی تربیت محبت کے ساتھ کرنے کی تعلیم دی، تاکہ وہ ایک متوازن اور بااخلاق شخصیت کے طور پر پروان چڑھ سکیں۔ اس سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ اولاد کی صحیح تربیت سختی کے بجائے محبت، شفقت اور نبوی اسلوب کے مطابق ہونی چاہیے، جو ان کی دینی و اخلاقی نشوونما کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ

خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ وَهُوَ مُحْتَضِنٌ أَحَدَ ابْنَيْ ابْنَتِهِ وَهُوَ يَقُولُ: «إِنَّكُمْ لَتُبَخِّلُونَ وَتُجَبِّنُونَ وَتُجَهِّلُونَ، وَإِنَّكُمْ لَمِنْ رَيْحَانِ اللَّهِ»[21].

ایک دن رسول اللہ ﷺ گود میں اپنی بیٹی (فاطمہ) کے دو لڑکوں (حسن، حسین) میں سے کسی کو لیے ہوئے باہر نکلے اور آپ (اس لڑکے کی طرف متوجہ ہو کر) فرما رہے تھے" : تم لوگ بخیل بنا دیتے ہو، تم لوگ بزدل بنا دیتے ہو، اور تم لوگ جاہل بنا دیتے ہو، یقیناً تم لوگ اللہ کے عطا کئے ہوئے پھولوں میں سے ہو۔"

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

أَبْصَرَ الأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُقَبِّلُ الحَسَنَ . وَقَالَ ابْنُ أَبِي عُمَرَ الْحَسَنَ أَوِ الْحُسَيْنَ . فَقَالَ: إِنَّ لِي مِنَ الوَلَدِ عَشَرَةً مَا قَبَّلْتُ أَحَدًا مِنْهُمْ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنَّهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ» "[22].

اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ ﷺ حسن یا حسین رضی اللہ عنہما کا بوسہ لے رہے تھے، اقرع نے کہا: میرے دس لڑکے ہیں، میں نے ان میں سے کسی کا بھی بوسہ نہیں لیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا ہے "۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" :

«لَا يَكُونُ لِأَحَدِكُمْ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ فَيُحْسِنُ إِلَيْهِنَّ إِلَّا دَخَلَ الجَنَّةَ» "[23].

تم میں سے کسی کے پاس تین لڑکیاں یا تین بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو جنت میں ضرور داخل ہو گا۔"

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ ابْتُلِيَ بِشَيْءٍ مِنَ البَنَاتِ فَصَبَرَ عَلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ» "[24].

"جو شخص لڑکیوں کی پرورش سے دوچار ہو، پھر ان کی پرورش سے آنے والی مصیبتوں پر صبر کرے تو یہ سب لڑکیاں اس کے لیے جہنم سے آڑ بنیں گی"۔

لڑکیوں کی کفالت اخروی نجات کا باعث

اسلامی تعلیمات میں لڑکیوں کی کفالت، پرورش اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کو نہایت فضیلت والا عمل قرار دیا گیا ہے، جو نہ صرف معاشرتی ذمہ داری ہے بلکہ اخروی نجات کا ذریعہ بھی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے بچیوں کی پرورش اور ان کی بہتر تربیت کرنے والے شخص کے لیے جنت کی خوشخبری دی ہے، جس سے اس عمل کی عظمت واضح ہوتی ہے۔ قرآنِ مجید میں عمومی طور پر اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کی کفالت کی ترغیب دی گئی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

"وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ[25] "

یعنی اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اولاد کی کفالت اور پرورش ایک دینی فریضہ ہے۔ احادیثِ مبارکہ میں خصوصاً لڑکیوں کی پرورش کو جنت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے زمانۂ

جاہلیت کے برعکس بچیوں کو عزت، تحفظ اور محبت کا درجہ دیا۔ لڑکیوں کی کفالت صرف مالی ذمہ داری نہیں بلکہ ان کی اخلاقی، دینی اور سماجی تربیت بھی اس کا حصہ ہے۔ جو شخص اس ذمہ داری کو اخلاص کے ساتھ ادا کرتا ہے، وہ نہ صرف دنیا میں پر سکون خاندانی زندگی حاصل کرتا ہے بلکہ آخرت میں بھی اللہ کی رضا اور مغفرت کا مستحق بنتا ہے۔ اس طرح یہ عمل ایک صالح معاشرے کی تشکیل اور اخروی کامیابی دونوں کا ذریعہ بنتا ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ دَخَلْتُ أَنَا وَهُوَ الجَنَّةَ كَهَاتَيْنِ»، وَأَشَارَ بِأُصْبُعَيْهِ[26].

جس نے دو لڑکیوں کی کفالت کی تو میں اور وہ جنت میں اس طرح داخل ہوں گے"، اور آپ نے کیفیت بتانے کے لیے اپنی دونوں انگلیوں (شہادت اور درمیانی) سے اشارہ کیا۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ

دَخَلَتْ امْرَأَةٌ مَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا فَسَأَلَتْ، فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِي شَيْئًا غَيْرَ تَمْرَةٍ فَأَعْطَيْتُهَا إِيَّاهَا، فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ ابْنَتَيْهَا وَلَمْ تَأْكُلْ مِنْهَا، ثُمَّ قَامَتْ فَخَرَجَتْ، فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ ابْتُلِيَ بِشَيْءٍ مِنْ هَذِهِ البَنَاتِ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِنَ النَّارِ»[27].

میرے پاس ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں، اس نے) کھانے کے لیے (کوئی چیز مانگی مگر میرے پاس سے ایک کھجور کے سوا اسے کچھ نہیں ملا، چنانچہ اسے میں نے وہی دے دیا، اس عورت نے کھجور کو خود نہ کھا کر اسے اپنی دونوں لڑکیوں کے درمیان بانٹ دیا اور اٹھ کر چلی گئی، پھر میرے پاس نبی اکرم ﷺ تشریف لائے، میں نے آپ سے یہ) واقعہ (بیان کیا تو آپ نے فرمایا" :جو ان لڑکیوں کی پرورش سے دوچار ہو اس کے لیے یہ سب جہنم سے پردہ ہوں گی"۔

تفہیم حدیث:

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے تین کھجوریں دی تھیں، دو کھجوریں اس نے ان دونوں بچیوں کو دے دیں اور ایک کھجور خود کھانا چاہتی تھی، لیکن بچیوں کی خواہش پر آدھا آدھا کر کے اسے بھی ان کو دے دیا، جس پر عائشہ رضی اللہ عنہا کو بڑا تعجب ہوا، ان دونوں روایتوں میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ پہلے انہیں ایک کھجور دی، پھر بعد میں جب دو کھجوریں اور مل گئیں تو انہیں بھی اس کے حوالہ کر دیا، یا یہ کہا جائے کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں۔

بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا فضیلت و ثواب

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" «مَنْ كَانَ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ أَوْ ثَلَاثُ أَخَوَاتٍ أَوْ ابْنَتَانِ أَوْ أُخْتَانِ فَأَحْسَنَ صُحْبَتَهُنَّ وَاتَّقَى اللَّهَ فِيهِنَّ فَلَهُ الجَنَّةُ»[28].

"جس کے پاس تین لڑکیاں، یا تین بہنیں، یا دو لڑکیاں، یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ان کے

حقوق کے سلسلے میں اللہ سے ڈرے تو اس کے لیے جنت ہے"۔

یتیم سے حسن سلوک

اسلام میں یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک کو نہایت بلند اخلاقی اور روحانی مقام حاصل ہے، اور اسے ایمان و تقویٰ کا عملی اظہار قرار دیا گیا ہے۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر یتیموں کے حقوق کی حفاظت اور ان کے ساتھ نرمی وعدل کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے" :فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ "(الضحیٰ:9)یعنی یتیم پر سختی نہ کرو اور اس کو نہ جھڑکو۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام یتیم کو معاشرتی تحفظ فراہم کرتا ہے اور اس کے ساتھ شفقت ورحمت کو لازمی قرار دیتا ہے۔

احادیثِ نبویہ میں بھی یتیم کی کفالت اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کو جنت میں نبی کریم ﷺ کی رفاقت کا ذریعہ بتایا گیا ہے، جو اس عمل کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک میں اس کی مالی کفالت، تعلیم وتربیت، جذباتی تسلی اور معاشرتی تحفظ سب شامل ہیں۔ اسلام نے یتیم کو کمزور طبقہ نہیں بلکہ عزت و وقار کا مستحق قرار دیا ہے، اور اس کی حق تلفی کو سخت گناہ شمار کیا ہے۔ اس لیے ایک صالح معاشرہ وہی ہے جو یتیموں کو سہارا دے، ان کی ضروریات پوری کرے اور انہیں محبت و تحفظ کا احساس دلائے، تاکہ وہ بھی معاشرے کے مفید اور باعزت فرد بن سکیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

«مَنْ قَبَضَ يَتِيمًا مِنْ بَيْنِ المسْلِمِينَ إِلَى طَعَامِهِ وَشَرَابِهِ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الجَنَّةَ الْبَتَّةَ إِلَّا أَنْ يَعْمَلَ ذَنْبًا لَا يُغْفَرُ لَهُ» [29]

"جو شخص کسی مسلمان یتیم کو اپنے ساتھ رکھ کر انہیں کھلائے پلائے، تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا، سوائے اس کے کہ وہ ایسا گناہ) شرک (کرے جو مغفرت کے قابل نہ ہو"۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" «أَنَا وَكَافِلُ اليَتِيمِ فِي الجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ»، وَأَشَارَ بِأُصْبُعَيْهِ يَعْنِي: السَّبَّابَةَ وَالوُسْطَى[30].

" میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دونوں کی طرح ہوں گے اور آپ نے اپنی شہادت اور درمیانی انگلی کی طرف اشارہ کیا"۔

تفہیم حدیث:

اس سے اشارہ ہے یتیموں کے سرپرستوں کے درجات کی بلندی کی طرف یعنی یتیموں کی کفالت کرنے والے جنت میں اونچے درجات پر فائز ہوں گے۔

چھوٹوں اور بڑوں سے حسن سلوک

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

جَاءَ شَيْخٌ يُرِيدُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَبْطَأَ القَوْمُ عَنْهُ أَنْ يُوَسِّعُوا لَهُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا»[31].

ایک بوڑھا آیا، وہ نبی اکرم ﷺ سے ملنا چاہتا تھا، لوگوں نے اسے راستہ دینے میں دیر کی تو نبی اکرم ﷺ نے

فرمایا” :وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے، جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے“۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيرِنَا»[32].

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا مقام نہ پہچانے“۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" ليس منا من لم يرحم صغيرنا، ويوقر كبيرنا، ويامر بالمعروف، وينه عن المنكر[33].

”وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے، معروف (بھلی باتوں (کا حکم نہ دے اور منکر) بری باتوں (سے منع نہ کرے“۔

امام ترمذی کہتے ہیں:

بعض اہل علم کہتے ہیں: نبی اکرم ﷺ کے اس قول « لیس منا » کا مفہوم یہ ہے«ليس من سنتنا ليس من أدبنا » یعنی وہ ہمارے طور طریقہ پر نہیں ہے، علی بن مدینی کہتے ہیں: یحییٰ بن سعید نے کہا: سفیان ثوری اس تفسیر کی تردید کرتے تھے اور اس کا مفہوم یہ بیان کرتے تھے کہ » لیس منا « سے مراد « لیس من ملتنا » ہے، یعنی وہ ہماری ملت کا نہیں ہے۔

نرم دلی ایمان کی علامت

اسلام میں نرم دلی کو ایمان کی ایک نمایاں علامت اور اعلیٰ اخلاقی صفت قرار دیا گیا ہے، کیونکہ یہ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جو انسان کو رحم، ہمدردی اور دوسروں کے ساتھ حسنِ سلوک پر آمادہ کرتی ہے۔ قرآنِ مجید میں اہلِ ایمان کی صفات بیان کرتے ہوئے ان کے دلوں کی نرمی اور اللہ کے ذکر سے خشیت کو نمایاں کیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ[34] "یعنی اللہ کے ذکر سے ان کے دل اور جسم نرم ہو جاتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نرم دلی ایمان کی تازگی اور روحانی بیداری کی علامت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے بھی مومن کے دل کو سختی سے بچانے اور رحمت و شفقت اختیار کرنے کی تعلیم دی ہے، کیونکہ سخت دلی انسان کو حق سے دور اور معاشرتی بگاڑ کا سبب بناتی ہے۔ نرم دل انسان دوسروں کے دکھ درد کو محسوس کرتا ہے، ظلم سے بچتا ہے اور اخلاقِ حسنہ کا عملی نمونہ بنتا ہے۔ اس طرح نرم دلی نہ صرف انفرادی اصلاح کا ذریعہ ہے بلکہ ایک مہذب اور پُرامن معاشرے کی بنیاد بھی فراہم کرتی ہے، جس سے ایمان کی حقیقی روح ظاہر ہوتی ہے۔

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللَّهُ»[35].

”جو شخص لوگوں پر مہربانی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر مہربانی نہیں کرے گا“۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ کو فرماتے سنا:

«لَا تُنْزَعُ الرَّحْمَةُ إِلَّا مِنْ شَقِيٍّ» "[36].

"صرف بدبخت ہی (کے دل) سے رحم ختم کیا جاتا ہے"۔

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ، ارْحَمُوا مَنْ فِي الأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ، الرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمَنِ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللَّهُ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعَهُ اللَّهُ»[37].

"رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے، تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو تم پر آسمان والا رحم کرے گا، رحم رحمن سے مشتق (نکلا) ہے، جس نے اس کو جوڑا اللہ اس کو (اپنی رحمت سے) جوڑے گا اور جس نے اس کو توڑا اللہ اس کو اپنی رحمت سے کاٹ دے گا"۔

نیکی پر بیعت کرنا

اسلامی تعلیمات میں نیکی پر بیعت کو ایک اہم روحانی اور اخلاقی عہد کی حیثیت حاصل ہے، جس کا مقصد انسان کو اطاعتِ الٰہی، سنتِ نبوی ﷺ کی پیروی اور عملی اصلاحِ نفس پر قائم رکھنا ہے، قرآنِ مجید میں بیعت کا ذکر خاص طور پر بیعتِ رضوان کے موقع پر آیا ہے" **لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ**[38] "، اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ بیعت دراصل اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا پختہ عہد ہے، نبی کریم ﷺ نے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مختلف نیک اعمال پر بیعت لی، جیسے شرک سے اجتناب، گناہوں سے بچاؤ اور نیکی پر استقامت، جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بیعت محض ایک رسمی عمل نہیں بلکہ عملی زندگی میں تبدیلی اور اخلاقی تربیت کا ذریعہ ہے، اس لیے نیکی پر بیعت انسان کے اندر استقامت، خود احتسابی اور دینی وابستگی کو مضبوط کرتی ہے اور ایک صالح اور منظم معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

"«بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ» "[39].

میں نے رسول اللہ ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکاۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

تفہیم حدیث:

مالی اور بدنی عبادتوں میں نماز اور زکاۃ سب سے اصل ہیں، نیز» لا إله إلا الله محمد رسول الله «کی شہادت واعتراف کے بعد ارکان اسلام میں یہ دونوں) زکاۃ وصلاۃ (سب سے اہم ہیں اسی لیے ان کا تذکرہ خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خیر خواہی عام وخاص سب کے لیے ہے، طبرانی میں ہے کہ جریر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو تین سو درہم کا ایک گھوڑا خریدنے کا حکم دیا، غلام گھوڑے کے ساتھ گھوڑے کے مالک کو بھی لے آیا، جریر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہارا گھوڑا تین سو درہم سے زیادہ قیمت کا ہے، کیا اسے چار سو میں بیچو گے؟ وہ راضی ہو گیا، پھر آپ نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے کیا پانچ سو درہم میں فروخت کرو گے، چنانچہ وہ راضی ہو گیا، پھر اسی طرح اس کی قیمت بڑھاتے رہے یہاں تک کہ اسے آٹھ سو درہم میں خریدا، اس سلسلہ میں ان سے عرض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ

پر ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کی بیعت کی ہے۔

دین خیر خواہی

اسلام میں دین کی بنیاد خیر خواہی (نُصح) پر رکھی گئی ہے، جو ایمان کی روح اور معاشرتی اصلاح کا بنیادی اصول ہے۔ قرآنِ مجید میں اہلِ ایمان کو ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی، تعاون اور اصلاح کی تلقین کی گئی ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی معاشرہ باہمی ہمدردی اور خیر خواہی پر قائم ہوتا ہے۔ دینِ اسلام میں خیر خواہی صرف زبانی دعوے تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک عملی رویہ ہے جس میں دوسروں کی بھلائی چاہنا، انہیں نقصان سے بچانا اور صحیح راستے کی طرف رہنمائی کرنا شامل ہے۔ اس طرح "دین خیر خواہی" ایک جامع اصول ہے جو فرد کی اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ پورے معاشرے میں امن، اعتماد اور اخوت کو فروغ دیتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا:

"«الدِّينُ النَّصِيحَةُ» ثَلَاثَ مِرَارٍ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ لِمَنْ؟ قَالَ: «لِلَّهِ، وَلِكِتَابِهِ، وَلِأَئِمَّةِ المسْلِمِينَ وَعَامَّتِهِمْ»[40]

”دین سراپا خیر خواہی ہے“، لوگوں نے پوچھا: اللہ کے رسول! کس کے لیے؟ فرمایا” : اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، مسلمانوں کے ائمہ (حکمرانوں) اور عام مسلمانوں کے لیے“۔

تفہیم حدیث:

اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرنا اور اس کی ذات پر صحیح طور پر ایمان رکھنا یہ اللہ کے ساتھ خیر خواہی ہے، جس کا فائدہ انسان کو خود اپنی ذات کو پہنچتا ہے، ورنہ اللہ عزوجل کی خیر خواہی کون کر سکتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ بھی ہے کہ نصیحت اور خیر خواہی کا حق اللہ کے لیے ہے جو وہ اپنی مخلوق سے کرتا ہے، اور اس کی کتاب) قرآن (کے ساتھ خیر خواہی اس کے احکام پر عمل کرنا ہے، اس میں غور و فکر اور تدبر کرنا اس کی تعلیمات کو پھیلانا اس میں تحریف سے بچنا، اس کی تصدیق کرنے کے ساتھ اس کی تلاوت کا التزام کرنا ہے، رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کا پابند ہونا، اس کی رسالت کی تصدیق کرنا اور اس کی فرماں برداری کرنا یہ رسول کی خیر خواہی ہے، مسلمان حکمراں اور ائمہ کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق اور غیر معصیت میں ان کی اعانت و اطاعت کی جائے، سیدھے راستے سے انحراف کرنے کی صورت میں ان کے خلاف خروج و بغاوت سے گریز کرتے ہوئے انہیں معروف کا حکم دیا جائے، سوائے اس کے کہ ان سے صریحاً کفر کا اظہار ہو تو ایسی صورت میں ترک اعانت ضروری ہے، عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ دنیا و آخرت سے متعلق جو بھی خیر اور بھلائی کے کام ہیں ان سے انہیں آگاہ کیا جائے، اور شر و فساد کے کاموں میں ان کی صحیح رہنمائی کی جائے، اور برائی سے روکا جائے۔

خلاصہ

اس تحقیقی مطالعہ میں سننِ ترمذی کی روشنی میں والدین اور اولاد کے باہمی تعلقات کا تجزیاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ تحقیق سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے خاندانی نظام کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے والدین کے حقوق اور اولاد کی ذمہ داریوں کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ سننِ ترمذی میں موجود احادیث والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، اطاعت، خدمت اور ادب کی تاکید کرتی ہیں، جبکہ اولاد کی تربیت، ان کی اخلاقی و دینی نشوونما اور ان کے ساتھ شفقت کو والدین کی اہم ذمہ داری قرار دیتی ہیں۔ یہ مطالعہ اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ اگر ان نبوی

تعلیمات کو عملی زندگی میں نافذ کیا جائے تو خاندانی نظام میں استحکام پیدا ہوتا ہے اور معاشرہ اخلاقی انحطاط سے محفوظ رہتا ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ والدین اور اولاد کے تعلقات میں توازن، محبت اور ذمہ داری اسلامی معاشرت کی بنیادی اساس ہیں۔

نتائج تحقیق

- سننِ ترمذی میں والدین اور اولاد کے باہمی تعلقات کو نہایت واضح اور جامع انداز میں بیان کیا گیا ہے، جس سے خاندانی نظام کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔
- والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، اطاعت اور خدمت کو اسلام میں بنیادی اخلاقی و دینی فریضہ قرار دیا گیا ہے۔
- اولاد کی صحیح تربیت، دینی و اخلاقی نشوونما اور شفقت کے ساتھ پرورش والدین کی اہم ذمہ داری ہے۔
- نبوی تعلیمات پر عمل سے خاندانی نظام میں محبت، اعتماد اور باہمی احترام کو فروغ ملتا ہے۔
- موجودہ دور میں خاندانی بگاڑ کی بنیادی وجہ ان اسلامی تعلیمات سے دوری ہے۔

تجاویز و سفارشات

- والدین اور اولاد دونوں کو سننِ ترمذی کی تعلیمات کا باقاعدہ مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ باہمی حقوق و فرائض واضح ہوں۔
- تعلیمی اداروں میں خاندانی اخلاقیات اور اسلامی تربیت کو نصاب کا حصہ بنایا جائے۔
- والدین کو چاہیے کہ اولاد کی تربیت میں نرمی، محبت اور نبوی اسلوب اختیار کریں۔
- میڈیا اور معاشرتی پلیٹ فارمز پر خاندانی نظام کی اہمیت کو اجاگر کیا جائے۔
- علماء و خطباء کو چاہیے کہ اپنے خطبات میں والدین اور اولاد کے تعلقات پر خصوصی توجہ دیں تاکہ معاشرتی اصلاح ممکن ہو سکے۔

حوالہ جات

[1] ۔القرآن، الاسراء:23

2۔ أبو عيسى محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاک، ترمذي، (المتوفى: 279ھ)، سنن ترمذي، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، 1395ھ-1975ء، رقم:1897

3۔ محمد بن إسماعيل أبو عبدالله البخاري الجعفي، صحيح البخاري، دار طوق النجاة، الطبعة: الأولى، 1422ه، باب الفضل الحج المبرور، 2/133، رقم: 1519؛ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء ای الاعمال افضل، رقم:1898

4۔ ترمذی، سنن ترمذی: رقم:1899

5۔ ترمذی، سنن ترمذی: رقم:1900

[6] ۔النساء:31

7۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی عقوق الوالدين، 4/312، رقم:1901؛ مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261ھ)، صحیح مسلم، (بیروت: دار إحياء التراث العربي)، باب بيان الكبائر واكبرها، 1/91، رقم:87

8۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی عقوق الوالدین، 4/312، رقم:1902 ؛ أبو عبد اللہ أحمد بن محمد بن حنبل بن ھلال بن أسد الشیباني (المتوفى:241ھ) مسند الإمام أحمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ: الأولى، 1421ھ-2001ء، مسند عبد اللہ بن عمر بن العاص، 11/83، رقم: 6529

9۔ ترمذی، سنن ترمذی: رقم:1903

10 ۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی بر الخالۃ، 4/313، رقم:1904؛ أبو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى:275ھ) سنن أبي داود، (المکتبۃ العصریۃ، بیروت: صیدا)، باب ما احق بالولد، 2/284، رقم:2280

11۔ النحل:90

12۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی بر الخالۃ، 4/314

13۔ القرآن: غافر:60

14۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی دعوۃ الوالدین، 4/314، رقم:1905

15۔ القرآن، الاسراء:23

16 ۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی حق الوالدین، 4/315، رقم:1906 ؛ شیبانی، صحیح مسلم، باب فضل عتق الوالد ، 2/1148، رقم: 1510

17۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی قطیعۃ الرحم، 4/315، رقم:1907

18۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی صلۃ الرحم، 4/316، رقم:1908؛ مسند احمد، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاص، 11/394، رقم:6784

19۔ ترمذی، سنن ترمذی: رقم:1909

20۔ القرآن، التوبہ:128

21۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی حب الولد، 4/317، رقم:1910

22۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی رحمۃ الولد، 4/318، رقم:1911 ؛ شیبانی، صحیح مسلم، باب رحمتہ ﷺ الصبیان، 4/1808، رقم:2318

23۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات والاخوات، 4/318، رقم:1912

24۔ نفس مصدر، 4/319، رقم:1913

25۔ القرآن، الإسراء:31

26۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات والاخوات، 4/318، رقم:1914

27۔ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات والاخوات، 4/319، رقم:1915

28 ۔ مسند احمد، مسند انس بن مالک ، 20/48، رقم: 12594؛ ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی النفقۃ علی البنات والاخوات، 4/320،

رقم:1916

29۔ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی رحمۃ الیتیم وکفالتہ، 4/320، رقم:1917

30۔ نفس مصدر، 4/320، رقم:1918

31۔ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان، 4/321، رقم:1919

32۔ نفس مصدر، 4/322، رقم:1920

33۔ نفس مصدر، رقم:1921

34۔ القرآن، الزمر:23

35۔ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی رحمۃ المسلمین، 4/323، رقم:1922 ؛ شیبانی، صحیح مسلم، باب رحمتہ ﷺ الصبیان، 4/1809، رقم: 2319

36۔ترمذی، سنن ترمذی: رقم:1923

37۔ترمذی، سنن ترمذی: رقم:1924

38۔ القرآن، الفتح:18

39۔ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی النصیحۃ، 4/324، رقم:1925 ؛ أبو بکر محمد بن إسحاق بن خزیمۃ بن المغیرۃ بن صالح بن بکر السلمي النیسابوري (المتوفى:311ھ)، صحیح ابن خزیمۃ، (بیروت: المکتب الإسلامي)، باب بیعۃ الامام الناس علی ایتاء الزکوۃ، 4/13، رقم:2259

40۔ترمذی، سنن ترمذی، باب ماجاء فی النصیحۃ، 4/324، رقم:1926 ؛ أبو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن بن الفضل بن بَهرام بن عبد الصمد الدارمي، التمیمي السمرقندي (المتوفى:255ھ)، مسند الدارمي المعروف بـ(سنن الدارمي)، دار المغني للنشر والتوزیع، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، الطبعۃ: الأولى، 1412ھ-2000ء، باب الدین النصیحہ، 3/1812، رقم:2796